۷۸۶
۹۲




علمائے اہلِ سنت

سے

روحِ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ

کی

فریاد

نتیجہ فکر

ناچیز سگِ بارگاہِ رضویت

سید ظہیر الدین خان قادری برکاتی، نوری، رضوی

محلہ پوروہ ہیرامن، متصل نئی سڑک، کان پور۔ پن کوڈ: ۲۰۸۰۰۱

کم از کم ۱۰۰ ار بار بارگاہِ رسالت میں درود شریف

رب تبارک وتعالیٰ نے سرزمینِ ہند کو ایک انتہائی جلیل القدر آفتابِ شریعت و ماہتابِ طریقت عطا فرمایا جن کا نامِ نامی اسمِ گرامی حضور پر نور اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت امام احمد رضا خاں رضی اللہ عنہٗ ہے۔ اس عطائے مولیٰ پر ہم جس قدر شکرِ الٰہی بجالائیں کم ہے، لیکن مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ جو انسانوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ بارگاہِ الٰہی میں بھی ناشکرا ٹھہرتا ہے۔

اس لئے ہماری یہ ذمہ داری ہے کہ ہم اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہٗ کی حیاتِ طیبہ اور کمالاتِ علمیہ کا بھرپور تعارف نئی نسل میں کرائیں۔ کسی حد تک کوشش ضرور کی گئی ہے لیکن حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا، اکثر شیدایانِ وفدایانِ مسلکِ احمد رضاؒ خود ان کی پاکیزہ زندگی سے کما حقہٗ واقف نہیں ہیں، ان کی حیاتِ طیبہ کو جدید تعلیم یافتہ حضرات کے ذہن وفکر کو مدّنظر رکھ کر مرتب نہیں کیا جاسکا ہے، اس رسالے کا مقصد اِس خلا کو پُر کرنے کی طرف توجہ دلانا ہے۔

ہمارے اس محسنِ عظیم کی خدماتِ جلیلہ اور بے مثال علمی کمالات کا اعتراف اور ان کی پاکیزہ زندگی کے حالات اس طرح مرتب کرنا ضروری ہیں کہ مخالفین کو کسی پہلو سے اعتراض کا موقع نہ مل سکے۔

جدید تعلیم یافتہ نوجوان منطقی Logical ذہن رکھتے ہیں وہ ہر اَمر کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں۔ عقل سے بالاتر بات اُنھیں متاثر نہیں کرتی بلکہ الٹے متنفّر ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرتؒ کا تعارف اِس زاویے کو پیشِ نظر رکھ کر ہو۔ اعلیٰ حضرتؒ کے تقریباً تمام سوانح نگاروں نے اِس کا لحاظ نہیں کیا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اکثر جدید تعلیم یافتہ حضرات مسلکِ اعلیٰ حضرتؒ کی پیروی سے محروم ہیں، لیکن ہمارا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ اُن کی ذہنیت اور ان کے رجحان کو خصوصاً مدِ نظر رکھیں تاکہ ہماری نئی نسل مسلکِ اعلیٰ حضرتؒ سے قریب ہو۔ ممکن ہے آپ میری اس مبہم گزارش کی تفصیل جاننا چاہتے ہوں تو میں اپنی بات کی توضیح کیلئے چند مثالیں پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

اکثر سوانح نگاروں نے ایک قصہ اعلیٰ حضرتؒ کے بچپن کا نقل کیا ہے، ساڑھے تین سال کی عمر میں حضرت اپنے گھر کے چبوترے پر کھڑے ہوئے تھے انھوں نے صرف ایک بڑا سا کُرتا زیب تن کیا ہوا تھا، سامنے سے طوائفیں آ رہی تھیں تو انھوں نے اپنا کرتا اُٹھایا اور دامن سے آنکھیں چھپالیں، طوائفوں نے کہا "واہ منے میاں آنکھیں چھپالیں مگر ستر ننگا کر دیا۔"

اعلیٰ حضرتؒ نے ساڑھے تین سال کی عمر میں جواب دیا۔

"جب نظر بہکتی ہے تو دل بہکتا ہے اور جب دل بہکتا ہے تو ستر بہکتا ہے"

یہ قصہ کسی باشعور قاری کو ہرگز متاثر نہیں کر سکتا، پڑھا لکھا آدمی کیسے یقین کرے گا کہ ساڑھے تین سال بچہ طوائفوں کی زندگی کے بارے میں اتنی گہری واقفیت رکھتا ہوگا کہ نظر کے بہکنے اور ستر بہکنے جیسے الفاظ زبان سے نکالے، سوانح نگار حضرات یہ کیسے بھول گئے کہ انہیں کسی ماہرِ جنسیات کی زندگی کا تعارف نہیں کرانا ہے بلکہ ایک امامِ وقت بلکہ ایک مجددِ دین کی زندگی عوام کے سامنے رکھنی ہے پھر کس قدر غلط ہے یہ انداز کہ "صرف ایک بڑا سا کرتا زیب تن کئے ہوا تھا" لکھ کر

یہ تاثر دینا کہ اعلیٰ حضرتؒ بچپن میں ستر چھپانے کے معاملے میں عام بچوں کے مقابلے میں کوئی امتیازی خصوصیت نہیں رکھتے تھے“۔ پھر اسی لمحے اُن کی زبان سے ایسی بات کہلوانا جوامام احمد رضاؒ کو ماہرِ دینیات کے بجائے ماہرِ جنسیات (نعوذ باللہ) پوز کرے، کیا یہ اعلیٰ حضرتؒ کی شانِ اقدس میں معصومانہ گستاخی نہیں ہے؟ انوارِ رضا کے مصنف جناب بدرالدین صاحب اور دوسرے کئی گرامی قدر حضرات اس جرم کے مرتکب ہیں۔

ہماری عاجزانہ التماس ہے کہ خدارا اس قسم کے واقعات آئندہ ہرگز شائع نہ کئے جائیں تاکہ پڑھا لکھا طبقہ ہم سے مانوس ہو سکے۔

اسی طرح اعلیٰ حضرتؒ کے خاندان شریف کا ذکر قلم بند کرتے ہوئے حیاتِ اعلیٰ حضرتؒ کے مصنف نے سخت ٹھوکر کھائی ہے، انھوں نے شجرۂ نسب اس طرح لکھا ہے:

”احمد رضا بن نقی علی بن رضا علی بن کاظم علی“ (حیاتِ اعلیٰ حضرتؒ: ۲)

چوں کہ حُسنِ اتفاق یا سوئے اتفاق سے نقی علی، رضا علی اور کاظم علی جیسے نام سنیوں میں رائج نہیں ہیں بلکہ عموماً شیعہ حضرات ہی کے یہاں اس طرح کے نام ہوتے ہیں کوئی بھی شخص شک میں پڑ سکتا ہے کیا معاذ اللہ! اعلیٰ حضرتؒ شیعہ خاندان کے پروردہ تھے؟ لہٰذا بہتر یہ تھا کہ شجرۂ نسب نہ دیا جاتا، آئندہ ہر سوانح نگار اس اَمر کو ذہن میں رکھے اور والد، دادا اور پردادا کے نام پیش ہی نہ کرے، یا پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم یا اولیائے کرام رحمہم اللہ میں سے چند حضرات کے

ایسے ناموں کی نشاندہی کی جائے تاکہ شیعیت کا الزام نہ ڈالا جاسکے۔

سوانح نگاروں کا فرض ہے کہ وہ عوام کے ذوق اور رجحان کا خیال رکھتے ہوئے حالاتِ زندگی مرتب کریں، مثلاً عموماً عوام یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے امام کا چہرہ نورانی ہو، ان کے بشرے سے تقدس اور انوار اُبل رہے ہوں ہمارے سوانح نگاروں نے اس کے بالکل برخلاف لکھ دیا ہے اور کسی پرائے نے نہیں خود اعلیٰ حضرتؒ کے بھتیجے نے لکھتے ہیں:-

''ابتدائی عمر میں آپ کا رنگ گہرا گندمی تھا لیکن مسلسل محنت ہائے شاقہ نے آپ کی رنگت کی آب وتاب ختم کردی تھی۔'' (اعلیٰ حضرتؒ از: نسیم بستوی ص۳۰)

ہر شخص جانتا ہے کہ سانولے رنگ کو گندمی رنگ کہتے ہیں۔ پھر یہ لکھنا کہ گہرا گندمی رنگ تھا۔ اعلیٰ حضرتؒ پر ایک قسم کا ظلم ہے، کیونکہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مصنف اعلیٰ حضرتؒ کو کالے رنگ کا تسلیم کرتا ہے پھر ظلم عظیم یہ کیا گیا کہ ''آپ کی رنگت کی آب وتاب ختم'' ہونے کا اعلان کردیا۔

کاش! کہ یہ الفاظ لکھے ہی نہ جاتے۔ کیا ضرورت تھی کہ آپ کے چہرۂ اقدس کے رنگ کا ذکر کرکے یہ تاثر دیا جائے کہ اعلیٰ حضرتؓ کا بشرہ روحانی کشش سے محروم تھا۔ چہرے کے رنگ اور آب وتاب کے ذکر کے بغیر بھی حیاتِ اعلیٰ حضرتؒ مرتب کی جاسکتی ہے۔ آئندہ تمام سوانح نگار اس اَمر کا خاص خیال رکھیں۔

معاملہ صرف چہرے اور رنگ تک ہی محدود نہیں رکھا بلکہ مزید ظلم کیا گیا ہے الملفوظ ہی میں ذکر آگیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انکی دائیں آنکھ میں نقص تھا،

اس میں تکلیف رہتی تھی اور پانی اُترنے سے بے نور ہوگئی تھی، طویل مدت تک اُس کا علاج کراتے رہے مگر وہ ٹھیک نہ ہوسکی۔ (الملفوظ ص ۱۶ تا ۱۷)

یہ اعلیٰ حضرتؒ کی شانِ اقدس کی تعریف ہے یا تنقیص؟ منقبت ہے یا توہین؟ ایک آنکھ کی بے نوری کا ذکر کرنا کیا ضروری تھا؟ اگر خدانخواستہ ایسی عبارتیں دیوبندی معترضین کے ہاتھ لگ جائیں تو معاذ اللہ پتہ نہیں وہ اِس عیب کے تانے بانے کہاں سے کہاں ملا دیں (العیاذ باللہ) معاملہ یہیں پر ختم نہیں ہوا.

اعلیٰ حضرتؒ کے ایک معتقد نے اَنوارِ رضا میں ایک ظلم اور کیا ہے۔ ایک گھریلو واقعہ نقل کر کے آپ کی آنکھ کے اِس نقص کا اعتراف کرلیا ہے بلکہ خانگی شہادت مہیا کردی ہے۔

''ایک مرتبہ ان کے سامنے کھانا رکھا گیا، اُنھوں نے سالن کھالیا مگر چپاتیوں کو ہاتھ نہ لگایا، اُنکی بیوی نے کہا کیا بات ہے؟ خالی سالن کے شوربے پر کیوں اکتفا کیا، چپاتیاں کیوں نہیں نوش کیں؟ انھوں نے جواب دیا مجھے نظر نہیں آئیں، حالانکہ وہ سالن کے ساتھ ہی رکھی ہوئی تھیں۔'' (انوارِ رضا ۳۶۰)

یہ واقعہ نقل نہ کیا جاتا تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑتی؟ اعلیٰ حضرتؒ کا کونسا فضل وکمال اِس سے ظاہر ہوا؟ بلکہ اُلٹے آپ کی ولایت اور کرامت کا صاف انکار محسوس ہوتا ہے کیونکہ ولی کا معیار اعلیٰ حضرتؒ کے اپنے الفاظ میں یہ ہے کہ:

''مرد وہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطے میں ہے آسمان وجنت ونار۔ یہ چیزیں محدود ومقید کرلیں، مرد وہ ہے جس کی نگاہ تمام عالم کے

پا رگز رجائے یعنی مکمل غیب کے حصول کے بغیر کوئی شخص ولی نہیں ہو سکتی۔

(خاص الاعتقاد ۱۵)

اب جو شخص یہ پڑھے گا کہ اعلیٰ حضرتؒ کو سامنے کی چپاتیاں نظر نہیں آئیں وہ کیسے آپ کی ولایت کا قائل ہوگا، اس واقعے کے نقل کر دینے سے آپ کی بصارت کے ساتھ ساتھ بصیرت بھی مجروح ہو جاتی ہے۔ لہٰذا آئندہ سوانح نگار حضرات عقیدت کے جوش میں اِس طرح کی حماقتیں نہ کریں۔

حیاتِ اعلی حضرتؒ کے مصنف مولانا ظفر الدین صاحب نے جہاں اعلیٰ حضرتؒ سے عقیدت ومحبت کا والہانہ اظہار فرمایا ہے وہیں وہ تعریف کے پہلو بہ پہلو ایک عیب کا بھی ذکر کرتے ہیں اور وہ بھی کیسا عیب جو صادق القول شخص کو بھی غیر معتبر قرار دے دے، میری مراد اِس سے "حافظے کی کوتاہی" کی طرف اشارہ ہے، شہادت ملاحظہ فرمائیے:

ایک دفعہ اعلیٰ (حضرتؒ نے) عینک اونچی کر کے ماتھے پر رکھ لی، گفتگو کے بعد تلاش کرنے لگے، عینک نہ ملی اور بھول گئے کہ عینک ماتھے پر ہے، کافی پریشان رہے، اچانک ان کا ہاتھ ماتھے پر لگا تو عینک ناک پر آکر رک گئی، تب پتہ چلا کہ عینک ماتھے پر تھی۔ (حیاتِ اعلی حضرتؒ: ۶۴)

اس قسم کے واقعات آئندہ ہرگز نقل نہ کئے جائیں، ممکن ہے اعلیٰ حضرتؒ کی یادداشت واقعی کمزور ہو، لیکن ایسا بَرملا اعتراف ان کی شخصیت کو مجروح کر دیتا ہے ہاں، البتہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ اِس فطری کمزوری کی وجہ سے اگر کوئی علمی کمزوری

ظاہر ہوتی ہو تو اس کا تدارک! مثلاً الملفوظ صفحہ ۳۲۳ حصہ چہارم ملاحظہ فرمائیں:

عرض: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَاوَرُسُلِی تو بعض انبیاء شہید کیوں ہوئے؟

اعلیٰ حضرتؒ کا ارشاد: یَقْتُلُوْنَ النَّبِیّٖنَ فرمایا گیا نہ کہ یَقْتُلُوْنَ الرُّسُلَ

یعنی سائل نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "اللہ لکھ چکا کہ ضرور میں غالب آؤں گا اور میرے رسول تو بعض انبیاء (علیہم السلام) کی شہادت سے شبہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ غالب نہیں آسکے تو اعلیٰ حضرتؒ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام شہید ہوئے رسول نہیں۔ ظاہر ہے کہ اعلیٰ حضرتؒ کے علم شریف میں یہ بات لازماً تھی کہ سورۂ بقرہ ۸۷ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"تو کیا جب تمہارے پاس رسول وہ لے کر آئے جو تمہارے نفس کی خواہش نہیں تکبر کرتے ہو تو ان میں ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو۔" اسی طرح سورہ مائدہ ۷۰ میں ہے: "جب کبھی ان کے پاس رسول وہ بات لے کر آیا جو اُن کے نفس کی خواہش نہ تھی ایک گروہ کو جھٹلایا اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہیں"۔

یہ دراصل حافظے کی کمزوری تھی، ورنہ اعلیٰ حضرتؒ کا مقصد ہرگز اِن آیات قرآنی کا انکار نہیں تھا کیونکہ ایک آیت کا منکر بھی کافر ہے۔ اب کوئی ضروری نہیں کہ ہم آئندہ بھی ان غلطیوں کو دُہراتے رہیں، جدید ایڈیشن الملفوظ کا جب بھی چھپے، اسے حذف کردینا چاہیئے تاکہ اعلیٰ حضرتؒ کے دامن پر

آیاتِ قرآنیہ کے انکار کا داغ نظر نہ آئے۔

انوارِ رضا کے مؤلف کاش! کہ ناقدین کیلئے ایک مزید شہادت مہیّا نہ کرتے کہ اعلیٰ حضرتؒ ''بہت تیز مزاج تھے'' (انوارِ رضا ۳۵۸) یہ عبارت گویا معترضین کو ایک اعلیٰ ہتھیار فراہم کر رہی ہے، پھر مقدمہ مقالاتِ رضا میں اس سے بھی زیادہ مضربات لکھی گئی ہے۔

''آپ مخالفین کے حق میں سخت تند مزاج واقع ہوئے تھے اور اس سلسلے میں شرعی احتیاط ملحوظ نہیں رکھتے تھے''۔ (مقدمہ مقالاتِ رضا از کوکب ۳۰ مطبوعہ لاہور)

ایک عام قاری جانتا ہے کہ روحانی بزرگ، نرم مزاج، حلیم اور عفوودرگذر کرنے والے ہوتے ہیں، لیکن وہ جب اعلیٰ حضرتؒ کے بارے میں معتقدین ہی کی ایسی عبارتیں پڑھتا ہے کہ آپ ''سخت تند مزاج تھے'' تو سخت مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے، اُسے یوں بھی نہیں سمجھایا جا سکتا ہے کہ وہ مخالفینِ حق کے لئے سخت تند مزاج تھے کیونکہ ''شرعی احتیاط ملحوظ نہ رکھنے'' کے الفاظ نے اس تاویل کا موقع باقی نہیں رکھا۔ اس سلسلے میں، مولانا ظفر الدین بہاری صاحب نے تو ظلم کی حد کر دی۔ یہ عبارت پڑھ کر تو خون کھول گیا۔

''یہی وجہ تھی کہ لوگ ان سے متنفر ہونا شروع ہو گئے۔ بہت سے ان کے مخلص دوست بھی اُن کی اِس عادت کے باعث ان سے دور ہوتے چلے گئے۔ اُن میں سے مولوی محمد یٰسین بھی ہیں جو مدرسہ اشاعت العلوم کے مدیر تھے اور جنھیں احمد رضا اپنے استاد کا درجہ دیتے تھے وہ بھی اُن سے علاحدہ ہو گئے'' مزید اس مستزاد یہ کہ مدرسہ مصباح التہذیب جو اُن کے والد نے بنوایا تھا وہ بھی اُن کی ترش روئی، سخت مزاجی، بذات لسانی اور مسلمانوں کی تکفیر کی وجہ سے انکے ہاتھ سے

جاتا رہا اور اُن کے منتظمین اُن سے کنارہ کشی کر کے وہابیوں سے جا ملے اور حالت یہ ہوگئی تھی کہ بریلویت کے مرکز میں امام احمد رضاؒ کی حمایت میں کوئی مدرسہ نہ رہا۔
(حیات اعلیٰ حضرتؒ:۲۱۱)

ایک اور عبارت انتہائی خطرناک ہے:

''اعلیٰ حضرتؒ نے مولانا عبدالحق خیرآبادی سے منطقی علوم سیکھنا چاہا لیکن وہ انہیں پڑھانے پر راضی نہ ہوئے، اِس کی وجہ یہ بیان کی کہ احمد رضاؒ مخالفین کے خلاف نہایت سخت زبان استعمال کرنے کے عادی ہیں''۔
(حیاتِ اعلیٰ حضرتؒ:۳۲۳، انوارِ رضا۳۵۷)

کہتے ہیں کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے، یہاں مولوی ظفرالدین بہاری صاحب نے اعلیٰ حضرتؒ کے نادان دوست کا رول انجام دیا ہے، کاش! کہ وہ اس طرح کی باتیں پبلک میں لانے سے قبل اِس کا ردِّ عمل سوچتے؟ ہمیں تو احمد رضا کو بحیثیت ایک عظیم مجدد اور ولیِ کامل پیش کرنا ہے۔ 'بدمزاجی' کے اس مکروہ چہرے میں ولایت کا نور کیسے نظر آسکتا ہے؟ اللہ کا شکر ہے کہ ہمارے مخالفین نے اب تک اس پہلو سے کوئی اعتراض وارد نہیں کیا۔ ورنہ ہمارے علمائے اہلِ سنت کیلئے عوام کے سامنے جوابدہی کا مشکل ہوجاتی۔ خدارا فوری طور پر اِن تحریروں کو ضائع کردیجئے جو اعلیٰ حضرتؒ کو معاذ اللہ بدمزاج 'ترش رو، سخت مزاج اور بدگو ثابت کرتی ہیں۔

'سبحان السبوح' اعلیٰ حضرتؒ کی مشہور و معروف تصنیف ہے، لیکن اس کی عبارتیں اعلیٰ حضرتؒ کی شان کے مطابق نہیں ہیں۔ جدید نسل کو اگر ان کا معتقد بنانا ہے تو ہمارا فرض ہے کہ ہم 'سبحان السبوح' کتاب کو اعلیٰ حضرتؒ کی طرف منسوب کرنا

بند کردیں۔ کیونکہ اس کی عبارتیں وہی وہانوی اور سعادت حسن منٹو سے بھی زیادہ فحش ہیں، نمونہ ملاحظہ فرمائیے:

''تمہارا خدا رنڈیوں کی طرح زنا کرائے ورنہ دیوبند کی چکلے والیاں اُس پر ہنسیں گی کہ نکھٹو تو ہمارے برابر نہ ہو سکا''

پھر ضروری ہے کہ تمہارے خدا کی زن بھی ہو، اور ضروری ہے کہ خدا کا آلہ تناسل بھی ہو، یوں خدا کے مقابلے میں ایک خدائن ماننی پڑے گی۔

(سبحان السبوح: ۱۴۲)

ممکن ہے اعلیٰ حضرتؒ نے کسی خاص حکمت اور مصلحت کے تحت یہ عبارتیں رقم فرمادی ہوں لیکن اِس سے مسلکِ اعلیٰ حضرتؒ کی مقبولیت میں زبردست روڑا آجاتا ہے۔ نئی نسل اِن عبارتوں سے بدکتی ہے اور مخالف کیمپ میں چلی جاتی ہے۔ اس لئے بہت ضروری ہے کہ 'سبحان السبوح' نامی کتاب کے بارے میں تمام علمائے کرام متفقہ طور پر یہ اعلان کردیں کہ یہ کتاب اعلیٰ حضرتؒ کی نہیں ہے، اِس کتاب کی اشاعت موقوف کردی جائے۔ ممکن ہے ہمارے اس مشورے پر آپ کے ذہن میں شبہ پیدا ہو کہ فتاویٰ رضویہ میں بھی اس طرح کی تمام عبارتیں موجود ہیں جنھیں پڑھ کر سر شرم سے جھک جائے تو کیا اس کی اشاعت بھی موقوف کردی جائے؟ اس کا جواب یہ ہوگا کہ فتاویٰ رضویہ عام لوگ نہیں پڑھتے، اس لئے اُس میں اِن عبارتوں کی موجودگی باعثِ تشویش نہیں ہے۔ تاہم اگر فتاویٰ رضویہ کا جدید ایڈیشن شائع کرنے کی نوبت آئے تو اس میں سے بھی اللہ رب العزت کی شان عالی میں لکھے ہوئے تمام نازیبا کلمات نکال دینا بہتر ہے۔

کانپور کے چند علمائے کرام سے جب اِس موضوع پر گفتگو ہوئی تو ان کو 'سبحان السبوح' سے پیچھا چھڑانے کی تجویز قابلِ عمل نہیں محسوس ہوئی، چونکہ انہیں پتہ نہیں تھا کہ 'حدائق بخشش' حصہ سوم کو کس طرح غائب کردیا گیا ہے۔ انہیں جب پوری تفصیل بتلائی گئی کہ حصہ سوم میں ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں ایسے اشعار آگئے ہیں جن کا مفہوم نازیبا نکلتا ہے تو اس کتاب کو خاموشی کے ساتھ نابود کردیا گیا۔ اسی طرح 'سبحان السبوح' کتاب کو غائب کردینا عملاً بالکل ممکن ہے اور ضروری بھی۔ حدائق بخشش حصہ سوم کے صرف تین چار اشعار ہی پر اعتراض کیا گیا تھا اور ان اشعار کا اچھا مطلب بھی شاید نکالا جاسکتا ہے۔ اس کیلئے پوری کتاب سے دنیائے سنیت کو محروم رکھنا ضروری نہیں تھا۔ ہمارا مشورہ یہ ہے کہ علمائے اہل سنت ان اشعار کی بہتر توجیہ و تاویل کرلیں تو زیادہ بہتر ہے کیونکہ بیس پچیس سال قبل بمبئی شہر میں اِس سلسلے میں ایک شورش برپا ہوئی تھی اور لوگوں کے دباؤ سے مجبور ہوکر محبوبِ ملت مولانا محبوب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو اُس زمانے میں کسی بڑی مسجد امامت و خطابت کے منصب پر فائز تھے، انھوں نے اپنی اِمامت بچانے کی خاطر اُن اشعار کے شائع کرنے کی ذمہ داری کی بناء پر معافی طلب کرلی۔ میرا خیال ہے کہ اِس طرح انھوں نے اعلیٰ حضرتؒ پر عائد الزام کی تصدیق و توثیق کرکے ایک بھیانک جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی توہین کی بناء پر ساری دنیائے اسلام بدنامِ زمانہ رشدی ملعون پر برافروختہ ہوئی وہی جرم اعلیٰ حضرتؒ کیلئے قبول کرلینا مسلکِ اعلیٰ حضرتؒ کیلئے زہرِ قاتل ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ علمائے اہل سنت حدائق بخشش کے اُن اشعار کی ایسی توجیہ و تاویل پیش کریں

جس سے توہین اُم المؤمنین رضی اللہ عنہا کا الزام عائد ہی نہ ہو سکے۔ علمائے کرام چونکہ فی الحال حدائق بخشش حصہ سوم سے محروم ہیں۔ پورے صفحے کا عکس شائع کر دیتے لیکن طوالت کی خاطر ہم مختصراً اعتراض کردہ چند اشعار ہی مع ترجمہ شائع کر رہے ہیں۔ بد سے بدتر اشعار کی بھی اچھی تاویل کی جا سکتی ہے۔ ضرورت ہے کہ چند علمائے اہل سنت مل بیٹھیں اور متحدہ طور پر اعلیٰ حضرتؒ کے سر پر سے توہین اُم المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا الزام ہٹائیں۔

اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کی ایک جھلک ''حدائق بخشش'' جلد۳ صفحہ ۳۷ ملاحظہ فرمائیں!

تنگ و چست اُن کا لباس اور وہ جوبن کا اُبھار
مسکی جاتی قبا سر سے کمر تک لیکر
یہ پھٹا پڑتا ہے جوبن میرے دل کی صورت
کہ ہوئے جاتے ہیں جامہ سے بروں سینہ و بر

ترجمہ: ان (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) کا ایسا تنگ و چست لباس اور پھر اس پر مستزر سینہ کا اُبھار ایسا تھا کہ پیراہن سر سے کمر تک پھٹنے کے قریب ہے۔ ان کی جوانی کا اُبھار میرے دل کے مانند پھٹتا جا رہا ہے اور سینہ اور جسم لباس کی تنگی کی وجہ سے کپڑوں کے باہر ہوتے جا رہے ہیں۔ ایسے ہی بیشمار اشعار لکھا ہے جو صرف شیعہ حضرات ہی لکھ سکتے ہیں۔ کیا ظلم کر دیا۔ اس پورے کتاب کو اعلیٰ حضرتؒ اور سنی جماعت سے نکال دینا چاہئے ورنہ توہین اُمّ المؤمنین کا الزام عائد ہو کر اسلام سے خارج ہو سکتے ہیں۔ پڑھا لکھا

طبقہ شیعوں کا ایجنٹ سمجھے گا۔

اسی طرح ''حدائق بخشش'' حصہ دوم صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں:

ملک مشغول ہیں اس کی ثنا میں　　　وہ تیرا ذاکر و شاغل ہے یا غوث

ترجمہ: یعنی ملائکہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سیدنا عبدالقادر جیلانی کے ذِکر میں لگے رہتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان میں کفر ہے۔

ایسے ہی سینکڑوں اشعار اس کتاب میں بھرے پڑے ہیں۔ اس کتاب کو بھی اپنے مسلک سے نکال دینا چاہئے۔ اسی طرح ''حدائق بخشش'' جلد اول صفحہ ۹۶ میں لکھتے ہیں:

شکل بشر میں نور الٰہی اگر نہ ہو　　　کیا اس قدر خمیرہ پا و مدکی ہے

ترجمہ: یہ خدا کا اپنا نور ہے جو بشر کی شکل میں ظاہر ہوا ورنہ خمیرے کی کیا قدر تھی جو پانی اور مٹی سے تیار ہوا۔ ایک جگہ یوں لکھا ہے:

اُٹھا دے پردہ دکھا دے چہرہ　　　کہ نور باری حجاب میں ہے

ایسے اشعار اور ایسے عقیدے ہندوؤں کے ہیں کہ رام کرشن وغیرہ وغیرہ میں خدا نے خود اوتار لیا ہے۔ اسی لئے ہندو اُنھیں پوجنے لگے لیکن اسلام توحید لے کر آیا سارے نبیوں نے توحید کی دعوت دی۔ توحید کے اُلٹا لکھنا اور عقیدہ رکھنا یہ پڑھا لکھا مسلمان کیسے ہضم کر پائے گا۔ کیا اللہ بشر کے روپ میں دنیا میں آیا۔ شادی بیاہ، بیوی بچے ہوئے۔ یہ عقیدہ اسلام کے خلاف ہے۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ سے ٹکراتا ہے۔ کیا لوگ یہی سمجھیں گے اعلیٰ حضرت ہندوؤں کے ایجنٹ تھے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کا ٹھیکہ لئے تھے۔

اس لئے اس سے برأت کریں۔

اعلیٰ حضرتؒ کی خیر خواہی کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ اُم المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شانِ اقدس میں ایک کتاب ٹھیک احمد رضاؒ کے انداز میں مرتب کی جائے۔ مصنف کی حیثیت سے اعلیٰ حضرتؒ ہی کا نام رکھا جائے تاکہ حدائقِ بخشش کی وجہ سے جو نقصان پہنچا ہے، اس کی تلافی ہو جائے اور اعلیٰ حضرتؒ تشیعیت کے الزام سے بری ہو جائیں۔

اعلیٰ حضرتؒ کے علمی کارناموں میں ایک خلا رہ گیا ہے جسے پُر کرنا نہایت ضروری ہے۔ ایک تو سید الکونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ پر ایک مبسوط کتاب ٹھیک اعلیٰ حضرتؒ کے ذوق کو مدّ نظر رکھتے ہوئے مرتب کی جائے تاکہ علمائے دیوبند کا یہ اعتراض دفع ہو جائے کہ عظمت رسول اکرمؐ کے تمام تر دعوؤں کے باوجود اعلیٰ حضرتؒ سیرتِ پاک پر ایک مستقل تصنیف لکھنے کے شرف سے محروم رہے۔ اسی طرح فضائل درود شریف کے موضوع پر غیروں کی بہت کی کتابیں ہمارے سنّی عوام ذوق وشوق سے پڑھتے ہیں کیونکہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضاؒ کو اس کا موقع میسر نہ آسکا کہ درود شریف کے موضوع پر ایک مستقل تصنیف مرتب کر سکیں، اِس کمی کو علمائے اہل سنت فوری طور پر پورا کریں۔

نئی نسل کو مسلکِ اعلیٰ حضرتؒ سے قریب لانے کیلئے ہمارے منظوم کلام پر بھی نظر ڈالنی ضروری ہے، کیونکہ بعض اشعار ہمارے یہاں ایسے ہیں جن سے محسوس ہوتا ہے کہ ہم اعلیٰ حضرتؒ پر درود بھیجتے ہیں یا اعلیٰ حضرتؒ کو معاذ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر سمجھتے ہیں یا معاذ اللہ امام احمد رضاؒ کو خدا سمجھتے ہیں

ایسے اشعار کو چھاپنا بند کر دینا چاہئے۔ مثالاً چند اشعار پیش خدمت ہیں:

(۱) جب زبانیں سوکھ جائیں پیاس سے
جامِ کوثر کا پلا احمد رضاؒ

"اصل ساقیٔ کوثر تو سرورِ انبیاء علیہ السلام ہیں۔ اعلیٰ حضرتؒ کو یہ منصب دینا عموماً پسند نہیں کیا جاتا۔"

(۲) کام وہ لے لیجئے تم کو جو راضی کرے
ٹھیک ہو نامِ رضاؒ تم پہ کروڑوں درود

"سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ اقدس کروڑوں درود کی مستحق ہے۔ اس لئے عوام اِسے ناپسند کرتے ہیں۔"

(۳) نکیرین آ کے مرقد میں جو پوچھیں گے تو کس کا ہے
ادب سے سر جھکا کر لوں گا نام احمد رضا خاںؓ کا

"نکیرین یہ سوال ہرگز نہیں پوچھیں گے"۔ اِلّا تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ اور اس شخصیت کے بارے میں تو کیا رائے رکھتا ہے۔" اللہ، اسلام اور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم بالترتیب جواب ہیں۔ اِن تینوں میں سے کسی جگہ بھی اعلیٰ حضرتؓ کا نام باشعور لوگوں کو غلط محسوس ہوتا ہے۔

(۴) وارثِ مصطفیٰ نائبِ مصطفیٰ عاشقِ مصطفیٰ شاہ احمد رضاؒ
وقتِ مشکل کہو اَلمدد یا رضا وقت مشکل اسی وقت ٹل جائیگا
(انتخاب قدیری)

"اعلیٰ حضرتؓ کا طرۂ امتیاز ہے۔ عظمتِ سرورِ انبیاء علیہ السلام لیکن یہ

اشعار عظمتِ اعلیٰ حضرتؒ کے ترجمان ہیں۔"

(۵) بھکاری آرہے ہیں بھیک لینے — رضا کے دَر سے باڑہ بٹ رہا ہے
(جمیل قدیری قبالہ بخش)

"سرورِ انبیاء علیہ السلام کی عظمت کی جگہ اعلیٰ حضرتؒ کی عظمت والے اشعار قابل نکیر بن سکتے ہیں۔"

(٦) کس کے آگے ہاتھ پھیلائیں گدا — چھوڑ کر دَر آپ کا احمد رضاؒ
گر مصیبت میں کوئی چاہے مدد — دفع فرما دیں بلا احمد رضاؒ
کون دیتا ہے مجھے کس نے دیا — جو دیا تم نے دیا احمد رضاؒ
دین و دنیا میں میرے بس آپ ہیں — میں ہوں کس کا آپ کا احمد رضاؒ
(مدائح اعلیٰ حضرتؒ)

اس طرح کے بیسوں اشعار ہیں جنھیں پڑھ کر ایک عام دینی ذہن کا شخص یہ تاثر لیتا ہے کہ معاذ اللہ ہم عقیدت مندانِ اعلیٰ حضرتؒ ان کو سرکار علیہ السلام کے برابر عظمت دیتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ مسلکِ احمد رضاؒ سے متاثر نہیں ہو پاتے۔ لہٰذا ایسے تمام اشعار متروک قرار دیئے جائیں تاکہ نئی نسل مسلکِ اعلیٰ حضرتؒ کے فیض سے محروم نہ رہے۔ ہمیں امید ہے کہ علمائے اہل سنت ہماری اس تجویز سے متفق ہوں گے۔

اسی طرح الملفوظ میں درج دو واقعات کی جانب توجہ دلاؤں گا۔ صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰۔

"حافظ الحدیث سید احمد سجلماسی کہیں تشریف لے جا رہے تھے، راہ میں اتفاقاً آپ کی نظر ایک نہایت حسینہ عورت پر پڑگئی، یہ نظر اول تھی، بلا قصد تھی، دوبارہ

آپ کی نظر اٹھ گئی، اب دیکھا کہ پہلو میں حضرت سیدی غوث الوقت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پیرومرشد تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ احمد عالم ہوکر --- اُنہیں سیدی احمد سجلماسی کی دو بیویاں تھیں، سیدی عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم نے رات ایک بیوی کے جاگتے دوسری سے ہمبستری کی۔ یہ نہیں چاہیے، عرض کیا حضور اس وقت وہ سوتی تھی، فرمایا سوتی نہ تھی، سوتے میں جان ڈال لی تھی۔ عرض کیا حضور کو کس طرح علم ہوا، فرمایا جہاں وہ سورہی تھی کوئی اَور پلنگ بھی تھا، عرض کیا ہاں، ایک پلنگ خالی تھا، فرمایا اس پر میں تھا تو کسی وقت شیخ مرید سے جدا نہیں ہر آن ساتھ ہے۔"

اسکول اور کالج کے تعلیم یافتہ نوجوان عموماً طریقت اور تصوف کی گہرائی نہیں جانتے، اس لئے ان کے ذہن میں سوالات اُبھر آتے ہیں۔ (۱) سید احمد سجلماسی جیسے عالم، حافظ الحدیث، سید پر یہ الزام ہوتا ہے کہ غیر محرم پر دوسری بار نظر ڈال کر مرتکب زنا بالنظر ہوئے۔ ایسا الزام سراسر سید احمد سجلماسی کی توہین ہے۔ (۲) حضرت عبدالعزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ وہ مرید اور اس کی بیگم کی ہمبستری کا منظر دیکھ رہے تھے۔ (۳) تمام شیوخ پر بھی یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ اُن کے ہر عمل کے وقت شیخ ساتھ ہوتے ہیں جس سیاق میں یہ بات کہی گئی ہے وہ نوجوانوں کے نزدیک غیر مناسب ہے، الہٰذا الملفوظ میں سے یہ واقعہ نکال دینا بے حد ضروری ہے۔

اسی طرح دوسرا ایک واقعہ بھی حذف کر دینے کے قابل ہے۔ الملفوظ صفحہ ۲۷۸، اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں "میں نے خود دیکھا کہ گاؤں میں ایک لڑکی ۱۸ ریا ۲۰ ربرس کی تھی، ماں اُسکی ضعیفہ تھی، اُس وقت تک اسکا دودھ چھڑایا نہ تھا،

ماں ہر چند منع کرتی' وہ زور آور تھی' پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی''

اعلیٰ حضرتؒ کا یہ فرمانا کہ میں نے 'خود دیکھا' قاری کو اُن کی ذاتِ اقدس کے بارے میں شبہے میں مبتلا کر دیتا ہے' کوئی بھی شخص اعتراض کر سکتا ہے کہ ۱۸/۲۰/ برس کی جوان لڑکی کو دیکھنے کس لئے تشریف لے جایا کرتے تھے؟ پھر ضعیفہ ماں کے سینے میں دودھ آنا بالکل غیر فطری اَمر ہے، پھر واقعہ ایک بار کا نہیں' ورنہ عبارت یوں ہوئی کہ پچھاڑا اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی بلکہ بارہا دیکھا ہے۔ اسی لئے فرمایا پچھاڑتی اور سینے پر چڑھ کر دودھ پینے لگتی۔ ہم ہرگز نہیں چاہتے کہ عوام کے ذہنوں میں اس قسم کے وساوِس اعلیٰ حضرتؒ کے لئے پیدا ہوں۔ لہٰذا الملفوظ سے اِس واقعے کو نکال دینے کا ہمارا مشورہ ہے تاکہ کذب بیانی اور زِنا بالنظر کے الزامات آپ پر عائد نہ ہوں۔

الملفوظ صفحہ ۱۶/ پر ہے۔ ''میرے استاذ جناب مرزا غلام قادر بیگؒ

مرزا غلام قادر بیگ کون؟ مرزا غلام احمد قادیانی کے بھائی۔ لہٰذا اِس عبارت کو بھی آئندہ اشاعت میں حذف کر دینا چاہیئے کیونکہ اس عبارت کی بنا پر مرزا غلام احمد قادیانی کے اہل خاندان سے آپ کا گہرا تعلق ظاہر ہو جاتا ہے۔''

اِسی طرح ترجمۂ قرآن مجید (کنز الایمان) کے شروع میں فہرستِ مضامین قرآنی ہے۔ اس کے ذیلی عنوانات ہیں اور ان کے نیچے قرآن کریم کی آیات درج ہیں گویا یہ آیات عنوان سے متعلق ہیں لیکن اس سلسلے میں اکثر آیات غیر متعلق ہیں۔ مثلاً:

صفحہ نمبر ۷/ پر ایک عنوان ہے ''محبوبانِ خدا دور سے سنتے دیکھتے اور مدد کرتے ہیں''۔

اسکے نیچے چند قرآنی آیات ہیں جو گویا یہ ثابت کرتی ہیں کہ محبوبانِ خدا دور سے سنتے دیکھتے اور مدد کرتے ہیں۔

چوتھے نمبر کی آیت ملاحظہ فرمائیے:

اِنَّهٗ یَرٰکُمْ هُوَ وَقَبِیْلُهٗ مِنْ حَیْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ (سورہ اعراف: آیت نمبر ۲۷)

'بے شک وہ اور اُس کا کنبہ تمہیں وہاں سے دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے'

یہ آیت شریفہ واضح طور پر شیطان کے بارے میں ہے اور عنوان محبوبانِ خدا کا ہے۔ لہٰذا اِس آیت کو اس عنوان سے نکال دینا چاہیے ورنہ شیطان کو محبوبانِ خدا کہنا واضح کفر ہے، ممکن ہے فہرستِ مضامین میں کسی دوسرے بزرگ نے تیار فرمائی ہو لیکن فہرست کا یہ حال دیکھ کر باشعور پڑھا لکھا طبقہ ترجمہ قرآن مجید پر اعتبار نہ کر سکے گا۔ لہٰذا اِس کی اصلاح ضروری ہے۔

اسی فہرستِ مضامین کا صفحہ ۶ ملاحظہ فرمائیے۔ عنوان ہے 'مُردے سنتے ہیں' اس کے نیچے انبیاء علیہم السلام کے متعلق آیات درج ہیں۔ مثلاً صالح علیہ السلام، شعیب علیہ السلام' انبیائے کرام کیلئے 'مُردے' کا لفظ استعمال کرنا بلاشبہ توہین ہے اور توہین انبیاء کفر ہے۔ ترجمہ قرآن کی فہرست کا یہ حال دیکھ کر کوئی باشعور قاری کس طرح آگے پڑھنے کی ہمت کر سکتا ہے؟ لہٰذا اِس عنوان کو بھی مناسب الفاظ سے بدلنا لازمی ہے۔ آئندہ ایڈیشنوں میں ایسی غلطیاں دوبارہ شامل نہ ہوں. اس کی کڑی نگرانی ہونی چاہیے، تا کہ تعلیم یافتہ طبقہ مسلکِ اعلیٰ حضرتؒ سے مانوس ہو سکے۔

☆☆☆

کچھ وصایا شریف کے بارے میں

جن بزرگوں نے وصایا شریف مرتب کی ہے، انھوں نے اس اَمر کی طرف توجہ نہیں کی کہ عوام اِن وصایا کے بارے میں کیا تاثر قائم کریں گے۔ اُنھیں اگر ذرا بھی احساس ہوتا کہ اِس سے اعلیٰ حضرتؒ کی ذاتِ گرامی طنز وطعن اوراعتراض کا ہدف بنے گی تو وہ ضرور نظرثانی کرتے۔

ہمیں وہابیوں کے اعتراضات کی پرواہ نہیں ہے لیکن عوام الناس کے احساسات پر ہماری نظر ہے، عام لوگ یوں سوچتے ہیں کہ غرباء کی امداد کیلئے عمومی تاکید کردی جاتی، کافی تھا لیکن وفات سے صرف دوگھنٹہ قبل انواع واقسام کے کھانوں کی فرمائش برائے فاتحہ ہی سہی، جدید تعلیم یافتہ ذہنوں کو اعلیٰ حضرتؒ کی عقیدت کے جذبے سے محروم رکھتی ہے۔ وہ یہ سوچتے ہیں کہ وصیت کا یہ انداز تمام انبیائے کرام، صحابہ کرام اوراَولیائے کرام رحمہم اللہ اجمعین سے بالکل مختلف ہے۔ ان اعتراضات کا جواب مولانا یٰسین اختر مصباحی نے مفصل دیا ہے لیکن عموماً لوگ ان کی تحریر سے ناواقف ہیں۔ ہمارے اپنے علمائے اہل سنت میں ایسے حضرات بھی ہیں جنھیں پتہ نہیں کہ وصیت کے الفاظ کیا تھے، اُن کے علم میں اضافے کیلئے ہم پیش کئے دیتے ہیں:

"اعزا سے اگر بطیّب خاطر ممکن ہوتو فاتحے میں ہفتے میں دوتین بار اِن اشیاء سے بھی کچھ بھیج دیا کریں۔" (۱) دودھ کا برف خانہ ساز (۲) مرغ کی بریانی

(۳) مرغ پلاؤ (۴) خواہ بکری کا شامی کباب (۵) پراٹھے اور بالائی (۶) فیرینی (۷) اُڑد کی پھریری دال مع ادرک ولوازم (۸) گوشت بھری کچوریاں (۹) سیب کا پانی (۱۰) انار کا پانی (۱۱) سوڈے کی بوتل

اگر انواع واقسام کے اِن کھانوں کی فہرست شائع نہ کی جائے تو بہتر ہے باشعور لوگ اسے دیکھ کر کبیدہ خاطر ہو جاتے ہیں۔ تاہم مصباحی صاحب کے مفصل جواب کے باوجود سوڈے کی بوتل کو سوڈے کی بوتلیں کر دینا از حد ضروری ہے۔

وصیت پر دوسرا اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ ''اعلیٰ حضرتؒ نے وصیت فرمائی کہ رضا حسین، حسنین اور تم سب محبت اور اتفاق سے رہو اور حتی الامکان اتباع شریعت نہ چھوڑو اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے، اُس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اِس پر مخالفین کا اعتراض یہ ہے کہ اتباع شریعت حتی الامکان اور میرا دین و مذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔''

باوجودیکہ مصباحی صاحب نے بھرپور انداز میں ان جملوں کا دفاع کیا ہے، محض جدید نسل کو مسلک اعلیٰ حضرتؒ سے قریب لانے کی خاطر ان الفاظ کو درست کر لیا جائے تو بہتر ہے۔

وصیت کے شروع ہی میں حضور پرنور نے فرما دیا تھا کہ۔ شروع نزع کے وقت کارڈ، لفافے، روپیہ پیسہ، کوئی تصویر اِس دالان میں نہ رہے، جُنب یا حائض نہ آئے، کتا مکان میں نہ آئے۔

اس میں سے جنب یا حائض یا کتے والا حصہ نکال دینا بہتر ہے کیونکہ اعلیٰ حضرتؒ کے مکان میں نہ جنبی بغیر غسل کے دوپہر تک گھومتے ہونگے اور نہ ہی

کتوں کی اس کثرت سے آمد ہوگی۔

اِس عبارت کی اصلاح کر دینی چاہئے تا کہ جدید تعلیم یافتہ ذہن مسلکِ اعلیٰ حضرتؒ سے قریب ہو۔

تیرہ نمبر کی وصیت جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرتؒ کے ورثائے عالی مقام آپس میں جھگڑتے رہتے تھے، اُن سے حضرت نے فرمایا کہ ''محبت سے رہو جو اِس کے خلاف کرے گا اُس سے میری روح ناراض ہوگی۔''

اس حصے کو بھی حذف کر دینا بہتر ہے۔ یہ ظاہر کرنا کہ اعلیٰ حضرتؒ کے ورثاء جھگڑالو تھے خود اُن کی توہین ہے۔ پھر اعلیٰ حضرتؒ کا یہ فرمایا کہ جو اس کے خلاف کرے گا اس سے میری روح ناراض ہوگی۔ اِسے بھی عوام اعلیٰ حضرتؒ کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں کیونکہ تمام اولیائے کرام اور خود سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اِتّقُوا اللہ ہی کی وصیت کی ہے، اللہ سے ڈرنے کا حکم دیا ہے۔ لہٰذا اِس پورے حصے کو حذف کر دینا ضروری ہے۔

ایک بہت ہی اہم اَمر ہے، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں وہابی حکمرانوں کے مقرر کردہ اماموں کی امامت کا مسئلہ۔ اس سلسلے میں حضور مفتیٔ اعظم رضا خانصاحب نے پچاس جید علمائے کرام جن میں مولانا حشمت علی قادری، حضور حامد رضا شہزادہ امام احمد رضاؒ، مفسر قرآن مولانا نعیم الدین مرادآبادی وغیرہم شامل تھے، ایک فتویٰ مرتب فرمایا تھا، جس کا ایک اقتباس پیش خدمت ہے:

''نجس ابن سعود اور اس کی جماعت تمام مسلمانوں کو کافر، مشرک جانتی ہے اور اُن کے اموال کو شیرِ مادر سمجھتی ہے، ان کے اس عقیدے کی وجہ سے حج کی فرضیت ساقط اور عدم لازم ہے۔'' (تنویر الحجہ لمن یجوز التوا الحجہ ص ۱۰)

''اے مسلمانو! اِن دنوں آپ پر حج فرض نہیں یا اَدا لازم نہیں، تاخیر روا ہے اور یہ ہر مسلمان جانتا ہے اور اپنے سچے دل سے مانتا ہے کہ اِس نجدی علیہ ما علیہ کے آخری اخراج کی ہر ممکن سعی کرنا اس کا فرض ہے اور یہ بھی ہر ذی عقل پر واضح ہے کہ اگر حجاج نہ جائیں تو اُسے تارے نظر آجائیں، نجدی سخت نقصان عظیم اٹھائیں، ان کے پاؤں اکھڑ جائیں، آپ کے ہاتھ میں اور کیا ہے، یہی ایک تدبیر ہے جو انشاء اللہ کارگر ہوگی۔ (اُسی کتاب کا صفحہ ۲۲) پھر دردمندانہ اپیل بھی ہے۔

''اللہ تعالیٰ سوال کرے گا جب تم پر حج فرض نہ تھا تو تم نے وہاں جا کر ہمارے اور ہمارے محبوبوں کے دشمنوں کو کیوں مدد پہنچائی، جب تمہیں التواء وتاخیر کی اجازت تھی اور یہ حکم ہمارے ناچیز بندے اور تمہارے خادم مصطفیٰ رضا نے تم تک پہنچا دیا تھا، پھر بھی تم نہ مانے اور تم نے اور ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو اپنے مال لٹوا کر ہمارے مقدس شہروں پر ان کا قبضہ بڑھا دیا''

(تنویر الحجہ لمن یجوز التوا ۲۵۱)

افسوس ہے کہ ملت نے اس فتوے کو اہمیت نہیں دی اور ہمارے تمام اہل سنت علماء نے اسکی خلاف ورزی کی ہے، ہر سال ہزاروں مسلمان کروڑوں روپے خرچ کر آتے ہیں اور اس فتوے کی رو سے گناہ مول لیتے ہیں، ہمارا فرض تھا کہ ہم 'حج' کے ملتوی ہونے کا یہ فتویٰ خود عملاً قبول کرتے اور عوام کو آمادہ کرتے کہ وہ حج ملتوی کریں۔ اب تو عمرے اور حج دونوں کی ریل پیل ہے۔

ہمارے علمائے کرام شاید عوام کی ناراضگی کے ڈر سے اِس فتوے پر نہ خود عمل پیرا ہیں اور نہ ہی عوام کو اس سے روشناس کراتے ہیں اور ہم سمجھتے ہیں کہ

حکمت اور مصلحت کا تقاضا بھی یہی ہے لیکن مصلحت ایک اور تقاضا بھی کرتی ہے وہ یہ کہ:

حرمین شریفین میں باجماعت نماز ادا کرنے پر روکنا بند کردیا جائے کیونکہ ایک فیصد آدمی بھی ہمارے رکنے سے نہیں رکتے بلکہ اکثر بدک جاتے ہیں اوران کے دل میں مسلک امام احمد رضاؒ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے، اس طرح وہ مخالفین کے کیمپ کی طرف راغب ہو جاتے ہیں۔ اس لئے تمام اہل سنت کو سوچ سمجھ کر ایسا فیصلہ کرنا چاہئے کہ عوام الناس ہم سے دور نہ بھاگیں۔

اسی طرح ہمارے کفر کے فتوے کے بارے میں ہمیں سوچنا چاہئے۔

☆ ڈاکٹر اقبال کو ہم کافر کہتے ہیں لیکن اکثر مسلمان ان کو علامہ کہتے ہیں۔

☆ مسٹر جناح کو ہمارے بزرگوں نے کافر قرار دیا لیکن محمد علی جناح صاحب کا مقبرہ آج بیشتر مسلمانوں کی زیارت گاہ ہے۔

☆ الطاف حسین حالؔی پر کفر کا فتویٰ ہے لیکن جدید تعلیم یافتہ حضرات ان کے مداح ہیں۔

☆ سرسید احمد خاں پر بھی کفر کا فتویٰ ہے۔

☆ ابوالکلام آزاد پر بھی کفر کا فتویٰ ہے۔

☆ میمن کانفرنس پر کفر کا فتویٰ ہے حالانکہ آج ہمارے مسلک کیلئے بیچارے میمن حضرات ہی دل و جان سے اپنی کثیر رقم خرچ کررہے ہیں۔

☆ قریش کانفرنس، انصاریوں کی کانفرنس پر بھی کفر کا فتویٰ ہے۔

غرض ان تمام کفر کے فتوؤں کو بند کردینا چاہئے اور تجانب اہل السنہ جس میں یہ تمام فتاوے ہیں منسوخ قرار دے دینی چاہئے تاکہ معتدل ذہن کے لوگ

مسلک امام احمد رضا کی طرف خوشدلی وخندہ جبینی کے ساتھ لپکیں۔

آج کل رضوی لٹریچر کی مانگ بڑھ رہی ہے، اس لئے اگر ہم نے اپنی تمام کتابوں سے ایسی تمام خامیوں کو دور کر دیا جن کی وجہ سے عوام ہمارے قریب نہیں آپاتے تو وہابیوں ، دیو بندیوں اور تبلیغیوں کے چنگل سے عوام آزاد ہو جائینگے اور امام احمد رضا کے جھنڈے تلے متحدہ طور پر آجائینگے۔ یہی ملتِ مسلمہ کے اتحاد کی واحد راہ ہے۔

امید ہے کہ علمائے کرام اس سعی کو خندہ جبینی کے ساتھ قبول فرمائینگے۔

اللهم وفقنالماتحب وترضیٰ واَنت الشهيد و لك الحمد وصلى الله تعالیٰ وبارک وسلم علیٰ شفيع المذنبين وآله الطيبين وصحبه المكرمين وابنه وحزبه ابدالابدين، آمين، والحمدلله رب العالمين۝

اس کتاب کو تمام سُنّی علمائے کرام تک پہنچانا نہایت ضروری ہے۔ لہذا ان سطور کے ذریعہ ہم عام اجازت دیتے ہیں کہ اس کتاب کی نقلیں چھپوا کر ہندو پاک کے تمام اہل سنت علماء کی خدمت میں پہنچائی جائیں۔

از

ناچیز سگِ بارگاہ رضویت

سید ظہیر الدین خان قادری برکاتی ،نوری ،رضوی

محلہ بورہ ہیرامن، متصل نئی سڑک، کان پور – پن کوڈ:۲۰۸۰۰۱